آئیڈیالوجی "پنج شیلا" (پانچ اصول: وحدانیت، انسانیت دوستی، قومیت پرستی، جمہوریت اور عدل اجتماعی) میں اتحاد کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔"

انڈونیشیا میں کیتھولک مسیحیت اور اسلام کے داخلے سے پہلے انڈونیشی لوگ خاندانی رشتوں، رسم و روایت، شادی بیاہ، وراثت اور دوسری شکلوں میں باہم جوڑنے والی قوتوں کے مالک تھے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مکالمے کی ضرورت اس ایمانی لگن پر مبنی ہے کہ کیتھولک مسیحیوں اور مسلمانوں کا خالق خدائے واحد ہے اور تمام لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کیا جائے۔ مکالمہ اور کشادگی چرچ کی بنیادی ضرورتیں ہیں۔" چرچ کا نقطۂ نظر ہے کہ تمام قوموں میں موجود اعلیٰ اخلاقی اور ثقافتی اقدار کلام الٰہی کے بیج ہیں۔

فادر ٹیول کے خیال میں مکالمے کو چار طرح سے عملی جامہ پہنایا جاسکتا ہے۔ مکالمۂ زندگی، جو احساسات کے تبادلے، بھائی چارے اور کشادگی کی اسپرٹ پر مبنی ہے۔ مکالمۂ ترقی، دوسرے لفظوں میں کامل انسانی بہبود کے لیے تعاون، ماہرین سائنس کے درمیان مکالمہ، اور وہ مکالمہ جس سے شرکاء اپنے اپنے ایمانی تجربات میں دوسروں کو شریک کریں۔ (رپورٹ: کیتھولک نیوز بحوالہ ماہنامہ "فوکس" لیسٹر)

پاکستان: توہینِ رسالت بل

[سابق اقلیتی رکن قومی اسمبلی جناب عمانوئیل ظفر ایڈووکیٹ نے قومی اسمبلی میں زیر بحث "توہین رسالت ﷺ بل" کے بارے میں تفصیل سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ روزنامہ "پاکستان" (لاہور) کے شکریہ کے ساتھ ہم نے ان کا مضمون نقل کیا ہے، ذیل میں یہ مضمون من و عن پیش کیا جا رہا ہے۔]

قومی اسمبلی کے رواں اجلاس میں قانون سازی کے دوران توہین رسالت کے مجرموں کو عمر قید کی بجائے سزائے موت دینے کے مسودہ پر بحث کا آغاز ہوچکا ہے۔ بحث کے دوران پی۔ ڈی۔ اے کے ایک رکن کی طرف سے اس بل پر اعتراض کیا گیا ہے کہ بل کے ذریعے عوام کو مذہب کے نام پر گمراہ کیا جارہا ہے۔ جس کا مقصد عوام کو دہشت زدہ کرنا ہے جب کہ دوسرے رکن نے کہا کہ "ہم مذہبی انتہا پسندی کے خلاف ہیں۔" لیکن بل کے محرک پارلیمانی امور کے وزیر چوہدری امیر حسین نے ایوان میں ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء ترمیمی بل پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ بل سینیٹ پہلے ہی منظور کرچکا ہے۔

اقلیتی اراکین قومی اسمبلی نے اس خدشہ کا اظہار کیا ہے کہ اس ترمیم سے غیر مسلم اقلیتیں متاثر ہوں گی جس کے جواب میں وزیر مذہبی امور مولانا عبدالستار خان نیازی نے وضاحت کی کہ ملک میں غیر مسلموں کو مکمل آئینی تحفظ حاصل ہے اس لیے اقلیتوں کے خدشات بے بنیاد ہیں۔

توہینِ رسالت کے متعلق ضابطۂ فوجداری ۱۸۹۸ء ترمیمی بل جب سینیٹ نے اپنے گذشتہ اجلاس میں منظور کیا تو اس وقت وفاقی وزیر قانون نے یہ بل پیش کرتے ہوئے اس امر کی وضاحت کی کہ بل وفاقی شرعی عدالت کے حالیہ فیصلے کی روشنی میں پیش کیا جا رہا ہے کیونکہ وفاقی شرعی عدالت نے حکم صادر فرمایا ہے کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵/سی میں شاتمِ رسول کے لیے "عمر قید" کی سزا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ لہٰذا اس کی ترمیم کر کے "سزائے موت" مقرر کی جائے بلاشبہ سینیٹ نے توہینِ رسالت کا بل مسلّمہ جمہوری اصولوں کے مطابق منظور کیا کیونکہ ملک کی غالب اکثریت مسلمان، پارلیمنٹ کے ایوانوں میں اکثریت مسلمان، صدر اور وزیر اعظم مسلمان حتیٰ کہ سینیٹ کے تمام کے تمام ارکان مسلمان ہیں۔ لہٰذا سینیٹ کی طرف سے بل متفقہ طور پر منظور کیا جانا لازمی امر تھا۔ تاہم اقلیتیں بجا طور پر اس ترمیمی بل پر معترض ہیں کہ سینیٹ نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کے پورے متن پر عمل درآمد نہ کر کے یک طرفہ ٹریفک کی مثال پیش کی ہے، جو کسی طور مناسب نہیں۔ یہ تسلیم کہ سینیٹ نے وفاقی عدالت کے فیصلہ کے پہلے حصہ کی تکمیل میں ترمیمی بل تو منظور کیا ہے لیکن سینیٹ کی طرف سے عدالت کے فیصلے کے دوسرے حصہ کو قطعی طور پر نظر انداز کر دینا عدالتی فیصلے کی جزوی تعمیل کے مصداق ہے۔ جہاں تک وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ شدہ مقدمہ کا تعلق ہے تو عدالت نے مقدمہ "محمد اسماعیل قریشی بنام پاکستان بذریعہ سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور [پی۔ ایل۔ ڈی ۱۹۹۱ء، فیڈرل شریعت کورٹ، صفحہ ۱۰] میں یہ حکم فرمایا کہ

> رسالت رسول ﷺ کی گستاخی کے جرم کی سزا "عمر قید" کو "سزائے موت" میں تبدیل کیا جائے اور دفعہ ۲۹۵/سی تعزیرات پاکستان میں ایک نئی کلاز شامل کی جائے کہ "دیگر انبیائے کرام کی شان میں گستاخی کے مرتکبین کے لیے بھی اسلامی احکامات کے مطابق سزائے موت مقرر کی جائے۔"

وفاقی شرعی عدالت نے فیصلہ کی نقل آئین کے آرٹیکل ۲۰۳/ڈی کے تحت مناسب قانون سازی کی غرض سے صدر پاکستان کو ارسال کی جس فیصلہ کی رُو سے سینیٹ نے ترمیمی بل منظور کیا اور اب اسی ترمیمی بل کا مسوّدہ قومی اسمبلی میں زیر بحث ہے۔

سینیٹ میں مذکورہ ترمیمی بل کی قانون سازی کے وقت بل کے محرک وزیر قانون نے وفاقی شرعی عدالت کے مکمل متن کو شاید جداگانہ طریقِ انتخاب کو بنیاد بنا کر پیش کرنے سے گریز کیا ہو اور وہ

سمجھتے ہوں کہ عدالتی فیصلے کے دوسرے حصہ پر بات کرنا ان کے فرض کی بجائے اقلیتوں کے منتخب نمائندوں کا استحقاق بنتا ہے۔ حالانکہ وہ بحیثیت وزیر قانون اس امر سے بخوبی واقف تھے کہ سینیٹ میں تو اقلیتوں کی نمائندگی سرے سے موجود ہی نہیں، یوں وزیر قانون کی محدود سوچ کو مجرمانہ کوتاہی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اپنے منصب کے اعتبار سے انہیں اقلیتوں کی نمائندگی کرنے سے ہرگز پہلو تہی نہیں کرنی چاہیے تھی جب کہ وہ بلا امتیاز اکثریت اور اقلیت ملک بھر کے تمام شہریوں کے وزیر قانون ہیں۔ اس امر کو تحریر کرنے سے محض مدعا یہ ہے کہ کہیں قومی اسمبلی میں ترمیمی بل کے محرک چودھری امیر حسین سینیٹ میں بل کے محرک کی تقلید نہ کریں اور وہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کی مکمل تعمیل یعنی دفعہ ۲۹۵/سی میں وہ کلاز شامل کرانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے، جس کے تحت دیگر انبیاء کرام کے گستاخ کے لیے سزائے موت مقرر ہو۔

جہاں تک مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب کی اس وضاحت، کہ ملک میں غیر مسلموں کو مکمل تحفظ حاصل ہے اس لیے اقلیتوں کے خدشات بے بنیاد ہیں۔ لیکن روزمرہ زندگی کے حالات و واقعات کے مشاہدے سے اقلیتی اراکین کے خدشات کہ اس بل سے غیر مسلم متاثر ہوں گے، کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور مولانا عبدالستار خان نیازی کی وضاحت کو سو فیصد سچ بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ چند ماہ سے ایسے واقعات کا سلسلہ جاری ہے جس کی بنیاد پر وزیر برائے مذہبی امور کی وضاحت ناکافی معلوم ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر فیصل آباد میں حکومت پنجاب کے محکمہ تعلیم میں ایک مسیحی استاد کو اس کے محکمہ کے مسلمان ساتھی نے محض کاروباری اور محکمانہ رقابت کی وجہ سے بے دردی سے قتل کر دیا اور بعد میں اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے یہ جواز "ڈیفنس" تراشا کہ چونکہ وہ اس کی نظر میں شاتم رسول تھا اس لیے اس کو قتل کر دیا ہے اور پھر حال ہی میں کیمپ جیل کی جوڈیشل حفاظت میں ہونے کے باوجود ایک مسیحی نوجوان کو بغیر کوئی ثبوت فراہم کیے اپنی نظر میں شاتم رسول قرار دے کر قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے کر قتل کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ دیگر انبیاء کرام کے خلاف گستاخی کی سزا مقرر نہ کیے جانے کی وجہ سے بعض رسائل و جرائد مسیحیت اور یسوع مسیح کی شان میں گستاخانہ لٹریچر شائع کرنے کا گستاخانہ رویّہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔

ایسی صورت حال میں اقلیتوں اور بالخصوص مسیحی اقلیت کی اس ترمیمی بل کے بارے میں دو معروضات ہیں۔

اولاً یہ کہ اس ترمیمی بل کے ذریعے عدالت کے فیصلہ کی روشنی میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵/سی میں وفاقی شرعی عدالت کی طرف سے مجوّزہ کلاز شامل کی جائے جس سے دیگر انبیاء کرام کے گستاخوں کی سزا موت مقرر کی جائے۔

ثانیاً اقلیتوں کے خلاف جرم کے بے جا استعمال کے خدشات دور کرنے کے لیے مزید کوئی ٹھوس اور واضح قانون سازی کی جائے۔ اقلیتوں کے خدشات دور کرنے اور مکمل تحفظ کا احساس دلانے کے لیے تفتیشی اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو اس نوعیت کے مقدّمات کے اندراج اور تفتیش میں انتہائی احتیاط، غیر جانبداری، مذہبی تعصّب سے بالاتر ہو کر خوب چھان پھٹک کی ذمہ داری نبھانی ہوگی اور کسی شہری کو قانون اپنے ہاتھوں میں لے کر خود ہی مدعی، جج اور جلّاد کا رول ادا کرنے کے رجحان کی بیخ کنی کرنی ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ جیسا کہ زنا کے جھوٹے الزام کے لیے قذف کا جرم عائد کیا جاتا ہے تو شاتم رسول یا دیگر انبیاء کرام کے خلاف گستاخی سے متعلق جھوٹا جرم عائد کرنے والے شخص کے خلاف بھی موت کی سزا مقرر کی جائے کیونکہ جھوٹا الزام بھی گستاخی کے مترادف ہے۔ یوں کوئی بھی شخص کسی سے اپنی ذاتی دشمنی کی آڑ میں جھوٹا الزام لگا کر کسی کو قربانی کا بکرا بنانے کی جسارت نہیں کر سکے گا۔ نیز کسی بھی شخص کو جرم کا ثبوت فراہم کیے بغیر قانون اپنے ہاتھوں میں لے کر قتل و غارت مچانے کی مادر پدر آزادی کا تدارک کیا جانا چاہیے۔ اور قانون ہاتھوں میں لینے والے ایسے ملزمان کا بعد میں سوچا ہوا دفاع قابل قبول نہ ہونے کے بارے میں واضح قانون سازی ہونی چاہیے کیونکہ جب رائج الوقت قانون کے مطابق اب شاتم رسالت کی سزا موت ہے تو شاتم رسول کے خلاف ثبوت عدالت میں پیش ہونا چاہیے نہ کہ کوئی قانون اپنے ہاتھوں میں لے کہ فرقہ وارانہ منافرت کا باعث بنے۔ (روزنامہ "پاکستان"، لاہور - ۲۰ اگست ۱۹۹۴ء)

"مریم آباد" بشریات کے طالب علموں کا موضوع تحقیق ہے۔

جامعات کسی بھی معاشرے میں علم و آگہی کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتی ہیں اور بلاشبہ علوم و فنون میں پیش رفت کا انحصار بڑی حد تک جامعات کی تحقیقی اور تخلیقی سرگرمیوں پر ہے۔ پاکستان کی جامعات اپنے انسانی اور مالی وسائل کے اندر رہتے ہوئے آگہی کا چراغ جلائے ہوئے ہیں۔ ہر سال مختلف سطحوں پر بیسیوں بلکہ سیکڑوں مقالات لکھے جاتے ہیں مگر کتابیات مرتب کرنے اور شائع کرنے کی مضبوط روایت نہ ہونے کے باعث ان کے بارے میں اطلاعات محدود رہتی ہیں۔ گذشتہ چند برسوں میں بعض جامعات یا ان کے اکا دکا شعبوں نے اس طرف توجہ دی ہے۔ اس سے ان جامعات کے تحقیقی کام میں اہل علم کی دلچسپی میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔

جامعات کے شعبہ ہائے بشریات و عمرانیات کے طلبہ مختلف برادریوں اور طبقات کے مسائل، اُن کے طرز زندگی اور افکار و خیالات کو اپنے تحقیقی مقالات کا موضوع بناتے ہیں۔ پندرہ روزہ "نقیب